بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

ادار یہ

اجتہاد

یوں تو فقہائے اسلام نے شریعتِ اسلامیہ علٰی صاحبہا الصلوات کے متعدد مصادر کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن سب ہی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنیادی طور پر درحقیقت دو ہی مصادر ہیں۔ ایک قرآن کریم اور دوسرا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں قرآن کریم نازل ہو رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی غیر متلو کے ذریعہ اس کے احکام کی تشریح و تنفیذ فرما رہے تھے۔ آپ کا فتویٰ اور فیصلہ آخری تھا اور اس میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب فتوحات اسلامیہ کا دامن وسیع ہوا اور حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بہت سے ایسے نئے نئے حالات و واقعات سے دوچار ہوئے جن سے وہ کبھی آشنا نہ تھے تو اس بصیرت ایمانی کی روشنی میں جو انہیں صحبت نبوی سے حاصل ہوئی تھی انہوں نے اجتہاد کئے اور بسا اوقات کسی مسئلہ پر بحث و تمحیص کے بعد فقہائے صحابہ نے کسی خاص موقف پر اجماع کر لیا۔ اس طرح ہمارے فقہی سرمایہ میں قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ اور فیصلوں کا نہایت مفید اور گراں قدر اضافہ ہوا۔ تاہم ابھی تک فقہ کی باضابطہ تدوین ہوئی تھی نہ اس کی ضرورت تھی اس لیے کہ ممالک محروسہ کے اطراف و اکناف میں حضرات صحابہؓ پہنچ چکے تھے جو کما حقہٗ تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

لیکن عہد صحابہؓ کے بعد جب تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کا دور آیا یعنی دوسری اور

تیسری صدی ہجری. تو اب اسلام میں کثرت سے غیر عرب لوگ داخل ہو چکے تھے۔ اور اسلامی تمدن ایرانی اور رومی تمدن کے بالمقابل کھڑا تھا۔ اب زندگی اتنی سادہ نہ تھی جیسی کہ عرب کے صحراؤں میں تھی۔ نئے نئے مباحث۔ نئے نئے مسائل۔ پیچ در پیچ عقلی موشگافیاں۔ یہ ایک بہت بڑا اور اہم چیلنج تھا۔ اور ہمارے اسلاف نے اسے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ اس لیے کہ قرآن وسنت، اجتہادات صحابہ اور اجماع صحابہ کے ساتھ ساتھ ان کے پاس ایک اہم ترین وسیلہ اجتہاد بھی تھا۔ جسدِ شریعت میں اجتہاد کی حیثیت خون کی سی ہے جو شریعت پر جمود طاری ہونے دیتا ہے نہ سکوت۔ کوئی زمانہ ہو، کیسے ہی حالات ہوں، استنباط اور اجتہاد دامن شریعت کو وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجتے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا "معاذ! تم اپنے فیصلے کس طرح کیا کروگے؟" تو انہوں نے جواب دیا "بکتاب اللہ (اللہ کی کتاب کے مطابق) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "اگر اس میں نہ پاؤ تو؟" انہوں نے جواب دیا "بسنۃ رسول اللہ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق) آپ نے پھر دریافت فرمایا "اگر تم اس میں بھی نہ پاؤگے تو پھر کیا کروگے؟ جناب معاذؓ نے جواب دیا "اجتہد برائی ولا آلو" (میں اس وقت اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کروں گا اور استنباط مسائل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کروں گا)۔ حضرت معاذؓ کے جواب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ آپ ان کے جواب پر اتنا خوش ہوئے کہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ارشاد فرمایا "الحمد للہ کہ اس نے اللہ کے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جسے اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پسند کرتا ہے۔

اس سوال وجواب سے دو باتیں خاص طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اندازہ تھا کہ آئندہ چل کر ایسے مسائل پیش آسکتے ہیں جن کا حل واضح انداز میں قرآن وسنت میں نہیں مل سکے گا۔ اس وقت لامحالہ استنباط کی راہ اختیار کرنی ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں چاہتے تھے کہ نئے پیش آمدہ مسائل کے سامنے محض اس بنا پر کہ ان کا واضح حل قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے علمائے امت ہتھیار ڈال دیں بلکہ

آپ کی بھی یہی خواہش تھی کہ قرآن و سنت کے گہرے مطالعے کے بعد جو ایمانی بصیرت حاصل ہوتی ہے اس سے کام لیا جائے اور مسائل کا حل دریافت کیا جائے جسے اجتہاد کا نام دیا جاتا ہے۔

ہماری ان معروضات سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیے کہ ہم اجتہاد کا دروازہ چوپٹ کھلا رکھنا چاہتے ہیں بلکہ ہمارا موقف یہی ہے کہ جس طرح طب کے ماہرین کسی طبی مسئلے پر رائے دینے کے اہل ہوتے ہیں یا کوئی سائنسدان کسی سائنسی مسئلے پر اپنی تحقیق کا نتیجہ پیش کرنے کا مجاز ہے اسی طرح امت کے وہ علماء و ماہرین جنہوں نے دین و شریعت کی تعلیم و تعلم میں اپنی زندگیاں کھپا دیں ساتھ ہی تقویٰ اور عمل کے میدان میں بھی پر وقار مقام کے حامل رہے۔ انہیں بھی اس کا موقع ملنا چاہیے کہ ماحول اور حالات کی روشنی میں کسی خاص علمی مسئلے پر تحقیق کریں اور اپنی تحقیق کے نتائج معتمد اور مشہود لہم بالخیر علماء کی خدمت میں پیش کریں یہ عمل نہ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے خلاف ہے اور نہ ہی ہمارے اسلاف کے۔ خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نجی طور پر چالیس علماء کی ایک کونسل بنائی تھی جس میں ایک مسئلہ اٹھایا جاتا تھا اور اس پر بحث شروع ہو جاتی تھی بعض بعض مسائل پر تو مہینوں بحث ہوتی تھی اور جب کوئی بات طے ہو جاتی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس فیصلے کو لکھ لیتے اس طرح کوئی فقہ (حنفی) وجود میں آئی بعض تاریخی ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امامؒ نے اس کونسل میں علمائے فقہ کے ساتھ ساتھ اس وقت کے عصری علوم کے ماہرین کو بھی شامل کیا تھا۔

اس دور میں خلیفہ منصور عباسی کے کہنے پر امام مالکؒ نے موطا تالیف فرمائی اور اس میں صحیح احادیث۔ صحابہ کے فتاویٰ اور اپنی رائے تحریر فرمائی۔ موطا کی تالیف کو ہم عظیم علمی اقدام کا نام دے سکتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے مسائل فقہیہ پر دلائل و علل کی روشنی میں غور و فکر کرنے کا آغاز ہوا اور پھر اصول فقہ کی تدوین شروع ہوئی۔ امام ابو حنیفہؒ نے حنفی فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ ایک کتاب "کتاب الرائے" تصنیف فرمائی جس کی شرح غالباً امام ابو یوسفؒ نے لکھی۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ یہ دونوں کتابیں تاتاری فتنہ میں ضائع ہو گئیں لیکن اصول فقہ کی تدوین کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ جاری رہا اور پھر بعد کے فقہا امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، اور امام شافعیؒ نے اس کام کو آگے بڑھایا جو اصول فقہ کی کتابیں ہم تک پہنچی ہیں ان میں سب سے اہم کتاب امام شافعیؒ کی "الرسالہ"

ہے۔ الرسالہ کی حیثیت اصول فقہ کی تاریخ میں سنگ میل کی ہے اس کے بعد علماء نے اس فن کو آسمان پر پہنچا دیا اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ دنیائے قانون میں یہ شرف صرف مسلم علماء کو حاصل ہے کیونکہ ان سے قبل دنیا کے کسی قانون کی تاریخ میں اصولِ قانون کا وجود نہیں ملتا۔ اگر جدید دور میں چند قوموں نے اس فن کی طرف توجہ کی ہے تو در اصل انہوں نے مسلمانوں ہی سے سیکھا ہے۔ علم اصول فقہ میں امام شافعیؒ کے بعد امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کی کتاب المستصفیٰ آمدی کی کتاب الاحکام بیضاوی کی کتاب المنہاج یا اس کی شرح اسنوی بےنظیر کتابیں ہیں۔ اس طرح حنفیہ میں ابوزید دبوسی (م ۴۳۰ھ) اور فخر الاسلام بزدوی (م ۴۳۰ھ) کی کتابیں، نسفی (م ۷۰۹ھ) کی کتاب المنار یا اس کی شرح مشکوٰۃ الانوار یا مظفر الدین بغدادی (م ۶۹۴ھ) کی کتاب الاحکام یا صدر الشریعۃ کی کتاب التوضیح یا کمال ابن ہمام کی کتاب التحریر یا السرخسی کی کتاب "کتاب الاصول" یہ وہ علمی کارنامے اور اثاثے ہیں جن پر مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ الحمد اللہ کہ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ شوکانی کی کتاب ارشاد الفحول اور شیخ عبد الوہاب محمد خضری بک (م ۱۹۲۷ء) کی کتاب اصول الفقہ یا علامہ ابو زہرہ اور عبد الوہاب خلاف کی اصول فقہ کے موضوع پر کتابیں گراں قدر علمی سرمایہ ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔

چونکہ ہمارے ملک میں ان دنوں اسلامائزیشن کا عمل جاری ہے قومی اسمبلی قائم ہو چکی ہے جو فی الحال قانون سازی میں مصروف ہے یہ محسوس کر کے مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نے یہ فیصلہ کیا کہ قانون سازی میں علمی طور پر مدد دینے کیلئے سہ ماہی منہاج کا "مصادر شریعت نمبر" شائع کیا جائے اور ان تمام اہم مصادر پر سیر حاصل بحث کر دی جائے جو قانون سازی کے کام میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ مباحث زیادہ تر عربی کتابوں میں موجود ہیں جن سے ہمارے ملک کے عام اہل علم استفادہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ اسلامائزیشن کے عمل میں ہماری اس کاوش سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

کچھ مصادر شریعت نمبر کے بارے میں

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے مصادر شریعت نمبر نکالنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قانون سازی کے عمل میں علمی سطح پر قومی قانون ساز اداروں کے ساتھ تعاون کیا جائے نیز ملک کے ان تعلیم یافتہ حضرات کی مدد کی جائے جو عربی کے مراجع سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے ہم نے اس نمبر کو تین حصوں اور شماروں پر تقسیم کیا ہے پہلے شمارے میں تین اہم مصادر قرآن، سنت اور اجماع پر تفصیلی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ دوسرے شمارے میں قیاس، استحسان اور استصحاب کے موضوعات پر آپ کو تفصیلی مباحث ملیں گے تیسرے شمارے میں تلفیق و تقلید، عرف، استصلاح، ذرائع، مصالح مرسلہ کے ساتھ ساتھ اوامر کے احکام کی شرعی حیثیت، مصادر شریعت از روئے فقہ جعفریہ جیسے اہم موضوعات پر نہایت تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔ اس حصے میں ایک خاص علمی چیز تمام مسلمہ فقہی مسالک کی مہمات کتب کا اجمالی تعارف قارئین گرامی کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا گیا ہے ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز ہمارے معزز قارئین ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ اُردو زبان میں اصول فقہ کے موضوع پر مصادر شریعت نمبر ایک قابل قدر علمی اضافہ تصور کیا جائے گا۔

اجتہاد کے موضوع پر مصادر شریعت نمبر میں کوئی مقالہ آپ کو نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سہ ماہی منہاج کا پہلا شمارہ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل جنوری ۱۹۸۳ء میں شائع ہو چکا ہے جس میں اجتہاد کے موضوع سے متعلق جملہ مباحث پیش کیے جا چکے ہیں۔ لہٰذا ہم نے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ انہیں دوبارہ قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔

چونکہ ادارہ سہ ماہی منہاج ابتدا ہی سے اتحاد بین المسالک کا داعی و قائل رہا ہے اور فرقہ بندی کو ملت کے لیے زہر قاتل تصور کرتا ہے اس لیے شروع ہی سے ہم نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ہر مسلک کے ممتاز علماء کرام کے نتائج فکر کو بغیر کسی تبدیلی کے اپنے صفحات

میں جگہ دیں اس سے ایک دوسرے کے خیالات اور عقائد و نظریات کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مابہ الاختلاف نکات کی حیثیت و نوعیت کا تعین ہوتا ہے اور فرقہ وارانہ تعصبات کی تلخی میں کمی ہوتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر ذرا سی وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کیا جائے اور انسان فرقوں کی تنگنائے سے نکل کر ملت کے عمومی مزاج و مفاد کو پیشِ نظر رکھے تو انشاء اللہ یہ بات اس پر واضح ہو جائے گی کہ مابہ الاختلاف امور کی نوعیت جزوی و فروعی ہے اور اصولی اعتبار سے یہ امت ہم عقیدہ اور ہم قبلہ ہے اسی لیے اس نمبر میں حسب سابق ہم نے اس بات کا پورا اہتمام کیا ہے کہ دیوبندی بریلوی اہل حدیث اور جعفری فقہ کے ماہرین کا اپنا اپنا نقطۂ نظر سامنے آجائے اور ہم ایک دوسرے کے عقائد پر حملہ کرنے اور ان کے اکابر کی تکفیر و تفسیق کرنے کی بجائے ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔